سے پست ہے جس کی معذرت خود مقدمہ نگار نے بھی کی ہے، بہت سے صفحات سے کئی کئی الفاظ اڑ گئے ہیں جیسے ص۲۲ ص۲۵۵ ص۲۹۰ اور ص۳۰۰ اسی طرح تصحیح میں بھی خامیاں رہ گئی ہیں۔

تاہم یہ کتاب جہاں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے بارے میں کچھ نئی معلومات دیتی ہے وہیں سلوک و تصوف کے مسافروں کے لئے اپنے اندر بہت کچھ رہنمائی کا سامان بھی رکھتی ہے۔

عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح :- از مولانا ابوالحسن علی ندوی، کتابت و طباعت معیاری ضخامت ۱۱۲ صفحات، قیمت ۵/= پتہ :- دارعرفات، گوئن روڈ۔ لکھنؤ۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی سنجیدہ و متین طرز تحریر، تاریخ کے وسیع و عمیق مطالعہ بالخصوص ماضی سے حال و مستقبل کے لئے سبق حاصل کرنے اور اسے ایک موثر و دلکش اور جاندار پیغام کے طور پر پیش کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، ان کی ہر تحریر ان کے خلوص و للہیت اور نیک نیتی کی وجہ سے ہر ناظر کے لئے ایک اہم پیغام رکھتی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب جیسا کہ انھوں نے خود لکھا ہے بعض معاصر تحریکوں اور تحریروں کے آئینہ میں ایک جائزہ و تبصرہ ہے۔ جس میں خصوصیت سے روئے سخن ہند و پاکستان کی مشہور تحریک "جماعت اسلامی" کی طرف ہے۔

مقدمۂ کتاب میں خود مؤلف نے کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ پیش نظر کتاب ایک علمی و اصولی تبصرہ و جائزہ ہے۔ وہ نہ مناظرے کے انداز میں لکھی گئی ہے، نہ فقہ و فتاوی کی زبان میں وہ ایک اندیشہ کا اظہار ہے اور (الدین النصیحۃ (دین خیر خواہی کا نام ہے) کے حکم پر عمل کرنے کی مخلصانہ کوشش۔ اس کی کوئی سیاسی غرض ہے نہ کوئی جماعتی مقصد ... اس ناخوشگوار کام کو محض عنداللہ مسئولیت و شہادت حق کے خیال سے انجام دیا گیا ہے، جو لوگ دین کی سنجیدہ اور مخلصانہ خدمت کرنا چاہتے ہیں ان میں طلب حق کی سچی جستجو اور اپنی دینی ترقی و تکمیل کا جذبۂ صادق پایا جاتا ہے، انھوں نے

ہمیشہ صحت مند اور تعمیری تنقید اور مخلصانہ مشورے کی قدر کی ہے ۔"

اس میں شک نہیں کہ مؤلف ... نے اباب کے بارے میں اور اس کے اسباب و محرکات کے بارے میں جو کچھ کہا ہے ان کی پوری زندگی اور ان کی تصانیف اس کے حرف حرف کی تصدیق کرتی ہیں۔ کاش اس مشورے اور ان خیر خواہانہ اصلاحات کو ایک دوست اور بہی خواہ کے مشوروں کی طرح ہی دیکھا جائے ـــــ مگر یہاں بعض واقعات ایک تسلسل کے ساتھ ایسے ہیں کہ اس پس منظر میں اگر اس کتاب کو دیکھا جائے تو اس کتاب کے محرکات میں آمد کے ساتھ ساتھ کسی آورد کی آمیزش کا شبہ کرنے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

ایمرجنسی کے زمانے میں سہارنپور سے ایک کتاب شائع ہوئی "فتنۂ مودودیت" یہ کتاب دراصل حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کا ایک چیبس سال پرانا خط تھا جو اس وقت تک شائع نہیں ہوا تھا، اس کی اشاعت سوچ سمجھ کر تو غالباً نہیں بس اتفاق سے عین اس وقت ہوئی جبکہ حکومت ہند نے جماعت اسلامی پر پابندی لگادی تھی، یہ کتاب تبصرے کے لئے برہان کے دفتر میں بھیجی گئی، برہان کے مدیر محترم جناب مولانا سعید احمد اکبرآبادی صاحب کا خیال اس پر تبصرہ کرنے کا نہ تھا مگر جب تقاضا ہوا تو انھوں نے بجائے تبصرہ کرنے کے جنوری ۱۹۷۶ء کے شمارے میں نظرات کے اندر اس پر اظہار خیال فرمادیا جس میں محترم حضرت شیخ الحدیث صاحب موصوف کے علمی ارادت سے اتفاق کرنے کے ساتھ ساتھ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی تحریروں سے جو نئی نسل کو فائدہ پہنچا ہے اس کا بھی کھل کر اعتراف کیا گیا اور ان کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کا معاملہ نہ کرنے کا مشورہ دیا گیا، آخر میں یہ بھی لکھا گیا کہ :۔

ـــ" البتہ یہ کہدینا ضروری ہے کہ آج جبکہ جماعت اسلامی ممنوع ہے اس مکتوب کو شائع کرنا اور وہ بھی اشتعال انگیز عنوان سے بزدلی اور سخت قسم کی اخلاقی کمزوری ہے، پھر تبلیغی جماعت کا اس سے دلچسپی لینا بھی اس کے مسلک اور وقار کے خلاف ہے ۔"

(نظرات برہان جنوری ۱۹۷۶ء)

برہان میں یہ تذکرہ آیا تھا کہ یہ کتاب بہت سے ان حلقوں میں بھی متعارف ہوگئی جہاں شاید ناشر نہ پہنچا سکتے اور بہت سے لوگوں کی طرف سے اس کے خلاف لے دے شروع ہوگئی۔ اور اس میں شک نہیں کہ کتاب کا نام ثقاہت سے گرا ہوا تھا چنانچہ ناشران نے دوبارہ اس کو نئے معتدل نام سے شائع کیا

جناب مولانا ابوالحسن علی ندوی کسی زمانے میں مولانا مودودی صاحب سے بہت قریب رہ چکے ہیں اور پھر علیحدہ ہو کر اپنے طور پر ایک عرصۂ دراز سے قوم و ملت کی خدمات میں مصروف ہیں اور اس پورے عرصے میں انھوں نے مودودی صاحب سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جن چار بنیادی اصطلاحات پر یہ بحث ہے یہ اصطلاحات بھی آج کی نہیں ہیں ایک عرصے سے یہ چھپ کر جماعت اسلامی کے حلقوں میں رواج پا رہی ہیں اور ان اصطلاحات کے مطابق جماعت اسلامی کا بہت کچھ لٹریچر تیار ہو چکا ہے مگر مولانا علی میاں نے کبھی اس پر مستقل کتاب تو کیا معنی کسی مضمون میں اشارۃً بھی کوئی تنقید و احتساب نہیں کیا۔

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث صاحب سے مولانا ابوالحسن علی ندوی کا جو قریبی اور بہت معتقدانہ تعلق اور اُن کی پسندیدگی اور ان کے منشاء کی تکمیل کے لئے جو مولانا ندوی کے یہاں آمادگی ہے وہ بھی اُن حلقوں میں جانی پہچانی ہے۔

اس پس منظر میں جب یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ اپنی عام روش کے خلاف ایک ناخوشگوار فریضہ ادا کر رہے ہیں تو خواہ مخواہ اس قسم کی گنجائش پیدا ہوتی ہے کہ علی میاں نے یہ فریضہ اپنی کسی محترم ہستی کے حکم سے مجبور ہو کر اور کسی کی شرمیں شرمانے کی خاطر بادلِ ناخواستہ تو ادا نہیں کیا ہے۔

بہرحال محرک اگر کسی درجہ میں کوئی اور بھی ہو تب بھی خود کتاب پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس میں جو کچھ کہا گیا ہے للٰہیت اور جذبۂ نصیحت اور اسلامی فریضہ سمجھ کر کہا گیا ہے۔ اور بہت صحیح مشورے دیئے گئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مخاطبین بھی ان کو ہمدردانہ مشورے ہی سمجھیں۔ اور اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے ان سے فائدہ اٹھائیں۔ (عبدالله طارق)